مولوی

عبدالقادر حسن

حکیم الامت نے کہا تھا کہ جب میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں تو لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کیونکہ مجھے لا الہ کی مشکلات کا علم ہے۔

چومی گویم مسلمانم بلرزم　　　　که دانم مشکلات لا الہ را

اور یہ لا الہ کیا ہے جو ہر وقت کسی مسلمان کی زبان پر رہتا ہے۔ خدا کے سوا تمام خداؤں سے انکار کا اعلان ہے۔ اب غور کیجئے کہ یہ انکار کیا رنگ لا سکتا ہے۔ ایک وڈیرے سے لے کر امریکا تک سے انکار، چھوٹے خدا سے لے کر بڑے بڑے زمینی خدا سے انکار اور اس انکار کے تصور سے اگر کسی پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے تو اس میں کیا تعجب ہے۔ مولوی اسی انکار کی نمائندگی کرتا ہے۔ میں ایک نا قابل یقین حد تک گناہ گار مسلمان یہ باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ان دنوں کمیونزم یا سرمایہ کاری کا نہیں، اسلام سے وابستگی ظاہر کرنے والے مولویوں پر ہر طرف سے ایک یلغار جاری ہے۔ کل کے کمیونسٹ اور آج کے سرمایہ دار، ان پر پل پڑے ہیں اور ان کی ذات، ان کی سیاست اور زندگی پر الزامات کی بوچھاڑ شروع کر دی ہے اور تعجب تو ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کے ایمان ان کے باپ دادا سے لے کر اب تک ہمیشہ اقتدار کا کلمہ پڑھتے رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ خواہ وہ اقتدار کسی کے پاس بھی ہو۔ میں جب ان ایمان فروشوں کی طرف سے مولویوں پر اعتراض پڑھتا سنتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کتنے جرات مند اور بے حیا لوگ ہیں جو اپنے آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی نہیں دیکھتے مگر دوسروں پر سے نظریں ہٹاتے ہی نہیں ہیں اور اپنی انہی بداعمالیوں سے اس خوبصورت ملک کو اس کے غریب اور کمزور باشندوں کے لئے جہنم بنا دیا ہے۔ یہ شروع دن سے اقتدار میں ہیں اور ملک میں جو خرابی بھی موجود ہے، یہ انہی کی وجہ سے ہے۔

ایک مولوی جو صبح منہ اندھیرے سے لے کر رات کے اندھیروں کی آمد تک پانچ بار لا الہ الا اللہ کا اعلان کرتا ہے اس لئے گردن زنی ہے کہ وہ کسی ایمان فروش کی اولاد نہیں ہے اور جسے بدنام اور بے توقیر کرنے کے لئے برطانوی سامراج نے ڈیڑھ سو برس تک ایک منصوبہ بندی کے ساتھ محنت کی ہے۔ آج بھی نہری آب پاش علاقوں میں کسی نمبردار کو جو رقبہ اس کے ملازمین اور خدمت گزاروں کے لئے ملتا ہے اس میں مولوی بھی شامل ہے۔ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں مولوی کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا ہے جو انگریز کیا کرتا تھا کیونکہ ہمارے حکمران انگریز کے جانشین تھے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان سے منافقت کرتے تھے۔ اس طبقے نے نہ تو عام پاکستانی کو آزادی کی ہوا لگنے دی اور نہ ہی اسلام کا نام لینے والے کو قبول کیا۔ اس نے وہی کچھ کیا جو انگریز کیا کرتا تھا بلکہ انگریز میں جو خوبی تھی وہ بھی اس نے فوراً ترک کر دی اور اس کی تمام خرابیوں کو اپنا لیا۔

مولوی کی بے عزتی تو اس وقت شروع ہوگئی جب اس نے انگریز کی حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا جسے غدر کہا گیا، لیکن آزادی کے بعد بھی اس کی بے عزتی کا سلسلہ جاری رہا اور اب جب سے مولوی نے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے تو پھر تو اس کے ساتھ دشمنی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب اس نے ایک ڈیڑھ صوبے کی حکومت بھی بنالی جو ہمارے پرانے روایتی بڑوں کے حقوق کی خلاف ورزی اور ان پر ڈاکہ تھا۔ یہ حکومتیں بنانا تو ان کو ورثے میں ملا تھا، یہ مولوی کہاں سے آگیا جس نے صاف ستھری سیاست میں گند ڈال دیا اور اقتدار کے ایوانوں کو مضطرب کر دیا۔ مولوی اور سیاست کی باتیں مجھے ان دنوں ایم ایم اے کے باہمی اختلافات کی وجہ سے یاد آئی ہیں جن کو ان کے مخالفت بلکہ ان سے خوفزدہ لوگ ایک تماشا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور بڑی محنت کر رہے ہیں کہ مولوی کو سیاست کی دنیا سے نااہل قرار دے کر اسے سیاست بدر کر دیا جائے ورنہ اس کی جرات انکار کہیں پورے ملک کو نہ اپنی لپیٹ میں لے لے اور پرانی سیاسی جاگیروں کو ختم نہ کر دے۔ مولوی سیاست میں ان دنوں اختلاف ایک انکار پر ہے۔ کچھ لوگ فوری طور پر اسمبلیوں سے مستعفی ہو کر اقتدار اور زمینی خداؤں سے انکار کرنے پر زور دے رہے ہیں، کچھ کی رائے اس کے برعکس ہے اور وہ اس سے زیادہ موزوں وقت کی تلاش میں ہیں، جب یہ استعفیٰ زیادہ موثر ہوں گے۔ زمینی خداؤں سے انکار کی جرات میں، سب میں برابر ہے۔ اس کے اظہار کے وقت پر اختلاف ہے۔ یہی وہ اختلاف ہے، ایک سیاسی اختلاف جس کو قومی سطح پر تضحیک کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ لندن میں دو بڑے سیاستدانوں کے درمیان میثاق جمہوریت نام کی ایک دستاویز یا معاہدے پر دستخط کئے گئے۔ اس معاہدے کا ایک فریق تو اپنی جگہ پر قائم ہے جب کہ دوسرا اس معاہدے کو پرس میں ڈال کر بھول گیا ہے اور بحالی جمہوریت کو اپنے مخصوص انداز میں بحال کرنے کی فکر میں بھاگ دوڑ کر رہا ہے اور گھٹنے تڑوا رہا ہے۔ اس اختلاف پر تو کسی کی ہنسی نہیں پھوٹی، کسی نے اس کا مذاق نہیں اڑایا، کسی نے ان دونوں لیڈروں کو تضحیک کا نشانہ نہیں بنایا، اس لئے کہ یہ دونوں لیڈر چھوٹے بڑے زمینی خدا ہیں، جن کے پیروکار اسی پرانی نسل کے پسماندگان ہیں جو سابقہ موجودہ یا متوقع اقتدار کے ارد گرد طواف کرتے ہیں۔ مسٹر کچھ بھی کر لے جائز ہے لیکن مولوی ذرا سی بھی حرکت کرے تو گردن زنی۔ خطرہ یہ ہے کہ اگر الیکشن کرانا پڑا تو پھر یہ مولوی اس میں بہت گند ڈالے گا۔ مولوی کا نعرہ ہوگا امریکہ مردہ باد جو آج بھی پوری قوم کا نعرہ ہے، اب غور فرمائیے کسی دوسرے کے پاس گلا ہے جس میں سے یہ نعرہ نکل سکتا ہے۔ امریکہ ایک زوال پذیر طاقت ہے جو زوال کے پراسس میں بھی مدتیں لے جائے گی۔ اس لئے امریکہ کی بالادستی سے انکار آسان نہیں۔ امریکہ نے پاکستان پر بڑی محنت کی ہے اور یہاں بڑی سرمایہ کاری کی ہے۔ اس نے کسی نہ کسی بہانے ہمارے ایلیٹ اور اونچے طبقے کو خرید لیا ہے جن کی جیبوں میں گرین کارڈ ہے یا اس کی درخواست ہے جن کی اولاد امریکہ میں پڑھ رہی ہے یا ملازمت میں ہے اور جن کو وہ اپنے ناجائز حربوں سے اس قدر ڈرا کر رکھتا ہے کہ وہ اس سے اپنی زندگیوں کی امان کے طلب گار رہتے ہیں۔ مولوی کو کیا ہے سر پر پگڑی درست کرے گا کندھے پر چارخانے والا رومال ڈالے گا، کپڑے درست کر کے دامن جھاڑ کر کسی بھی طرف چلا جائے گا۔ مسجد و مدرسہ اس کی منزل ہے جس پر بم تو مارے جاسکتے ہیں اسے ختم نہیں کیا جاسکتا اور اسی طرح مولوی کا مذاق تو اڑایا جاسکتا ہے، ختم نہیں کیا جاسکتا اور اب تو وہ سیاست میں آگیا ہے، اور ایک مسٹر چیخ و پکار کر رہا ہے کہ مولوی تو مسجد سے نہیں نکلتا، سیاست اور اسمبلی سے کیسے نکلے گا۔ بس مولوی کی یہی وہ خرابی ہے جس نے پاکستان کے نام نہاد بڑوں کو مضطرب کر دیا ہے۔

☆......☆